© rasailojaraid.com

میں ہے اور عثمانیہ یونیورسٹی کے شعبۂ مخطوطات میں بھی دبوسی کی یہ کتاب موجود ہے۔ انقرہ یونیورسٹی وغیرہ کے کتب خانوں میں ابو اللیث سمرقندی کی تفسیر بھی ہے اور بلدہ حیدرآباد کے رین بازار کے کتب خانہ میں ابو اللیث سمرقندی کی پوری تفسیر موجود ہے اور نیز ایک حصہ رام پور میں اور ایک حصہ کتب خانہ سعیدیہ جام باغ میں ہے، رین بازار کے کتب خانہ میں ابو اللیث سمرقندی کی جو تفسیر ہے وہ وزیر اعظم ترکی کے لیے لکھی گئی تھی اور آج وہ بلدہ حیدرآباد میں ہے۔ ابو اللیث سمرقندی کی خوبی یہ ہے کہ وقت واحد میں وہ مفسر بھی تھے، محدث بھی تھے اور فقیہ بھی اس لیے قرآن کی آیتوں سے انھوں نے حنفی مکتب فقہ کے بہت سے قانونی مسئلے اخذ کئے ہیں شمس الائمہ سرخسی کی اصول فقہ پر ایک معلومات آفریں کتاب ہے۔ اس ضخیم کتاب کا کتب خانہ سعیدیہ میں بھی ایک قدیم مخطوطہ موجود ہے، خیر اصول فقہ کی یہ بے مثل کتاب مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔

پھر حضرت مفتی صاحب فقہ، اصول فقہ اور فن فتاویٰ کی کتابوں سے دلچسپی کے علاوہ تاریخ اسلام پر بھی عالمانہ شان رکھتے تھے۔ میں نے کہا: گذشتہ دفعہ جب آں محترم حیدرآباد آئے تھے تو آں محترم نے کتب خانہ سعیدیہ میں قدیم مؤرخ ابن عساکر کی تاریخ دمشق دیکھی تھی جو خود ابن عساکر کے دستِ مبارک سے لکھی ہوئی ہے کتب خانہ سعیدیہ میں ابتدائی چھ جلدیں ہیں اور آخری دو جلدیں میں نے مکتبہ ظاہریہ دمشق میں دیکھی ہیں اور اب تاریخ دمشق چھپ رہی ہے تو مفتی صاحب کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔

پھر مولانا روم اور اور اُن کی مثنوی کا تذکرہ آیا۔ میں نے بتلایا کہ مرور زمانہ سے مولانا روم اور ان کی لاجواب مثنوی سے ترکوں کی دلچسپی میں فرق نہ آیا۔ چپراسی سے لیکر وزیر اعظم اور صدر جمہوریہ ترکی تک سے ملاقات ہوئی، ہر ایک نے یہی پوچھا کہ جب آپ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترکی آئے ہیں تو مولانا رومؒ کی زیارت کے لئے قونیہ بھی جاؤ گے یا نہیں ؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، ضرور جاؤں گا۔ آج بھی ترکی کی تمام مسجدوں کے منبر سے مثنوی مولانا روم سُنائی جاتی ہے، مفتی صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا ؎ ہست قرآن در زبان پہلوی۔!

غرض دو چار ملاقاتوں کے بعد مفتی صاحب اپنے رشتہ داروں اور صاحبزادوں کی طرح مجھے بھی اپنے خاندان کا ایک فرد سمجھنے لگے، یہ مفتی صاحب کی ذرّہ نوازی تھی کہ گذشتہ ۳۵ سال سے ماہنامہ برہان بڑی پابندی سے غریب خانہ کے پتہ پر میرے نام آتا ہے۔ جب کبھی دہلی جاتا تو پوچھتا: مفتی صاحب! برہان کا چندہ بھی لیں گے کہ نہیں ؟ مسکراتے ہوئے کہتے: ڈاکٹر یوسف! کوئی اپنے چھوٹے بھائی یا لڑکے سے چندہ لیتا ہے! استاد محترم مولانا سید مناظر احسن گیلانی مرحوم کی دو کتابیں: ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت ج ۱، ج ۲، اور مسلمانوں کی فرقہ بندی کا افسانہ تحفۃً دیں، میں نے جیب سے روپے نکالے، مفتی صاحب نے کہا: حساب دوستاں در دل، منت سماجت کرنے پر بھی رقم نہیں لی۔ اور میں نے اس بزرگ ہستی کا تحفہ شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا۔ لیکن ادائی کی ایک ترکیب نکالی کہ گنّا میٹھا ہو تو یہ معنے نہیں کہ جڑ پیڑ سے کھا لیا! جب کبھی برہان میں دیکھتا کہ ندوۃ المصنفین کی جانب سے کوئی نئی کتاب شائع ہوئی ہے تو مکتبہ نشاۃ ثانیہ کے توسط سے منگوا لیتا۔

استاد محترم مترجم قرآن ڈاکٹر سید عبداللطیف بھی مولانا ابوالکلام آزاد سے ملنے اکثر دہلی آتے۔ آزاد صاحب کی تحریری خواہش پر ڈاکٹر لطیف نے ترجمان القرآن کو انگریزی کا جامہ پہنایا۔ آخر عمر میں ڈاکٹر صاحب کی ایک آنکھ کا آپریشن ناکام رہا اور دوسری آنکھ بھی بوڑھی ہو چلی، ڈاکٹر لطیف صاحب اپنے سکریٹری کی حیثیت سے دہلی لے جاتے۔ آزاد صاحب کے دولت کدہ پر عموماً شام میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مفتی عتیق الرحمن صاحب وغیرہ آجاتے۔ ڈاکٹر لطیف صاحب سے ہمیشہ مفتی صاحب سے طویل گفتگو رہتی۔ مفتی صاحب سے ملاقات کے لیے آخری بار آیا تو نواب میر اکبر علی خاں صاحب سابق گورنر یوپی کی ایک "میرے دوست ڈاکٹر لطیف" کو پڑھ کر سنایا۔

نواب میر اکبر علی خاں صاحب نے مولانا آزاد کے انتقال کے سلسلہ میں لکھا ہے:

"حضرت مولانا ابوالکلام کا جب انتقال ہوا، اس رات میں، اور ڈاکٹر لطیف صاحب رات بھر مولانا ہی کے گھر میں تھے۔ جب ڈھائی بجے مولانا صاحب کا انتقال ہوا، اور دس منٹ کے اندر ڈاکٹر بی۔ سی رائے کے ٹیلی فون پر پنڈت جی وہاں آگئے اور اپنی کیبنٹ کونسل کی میٹنگ طلب کی اور اظہارِ تعزیت کیا۔ اور تدفین کے انتظامات کا پروگرام مرتب کیا، یہ انتظامات بطور خاص مولانا حفظ الرحمن اور مفتی عتیق الرحمن عثمانی اور جناب بخشی غلام محمد (وزیر اعلیٰ کشمیر) کے سپرد فرمائے۔ تدفین کے بارے میں پنڈت جی نے فرمایا کہ: جہاں آپ لوگ مناسب سمجھیں اسی مقام پر جملہ انتظامات کئے جائیں گے اور میں چاہتا ہوں کہ پورے اسلامی احکامات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مولانا آزاد کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا جائے چنانچہ موجودہ مقام کا جب انتخاب کیا گیا تو دہلی کے کمشنر نے یہ اعتراض کیا کہ یہاں پلاننگ کے تحت یہ مقام اس غرض سے نہیں دیا جا سکتا، جس پر پنڈت جی بے حد برہم ہوئے اور اس کا سختی سے تدارک کیا۔ پنڈت جی نے فرمایا کہ: نہ صرف یہ مقام بلکہ پورا ہندوستان مولانا صاحب کا ہے جو جگہ آپ (مولانا حفظ الرحمن صاحب، مفتی عتیق الرحمن صاحب) منتخب کریں حکومت ہند اس پر عمل آوری کرے گی، چنانچہ رات ہی میں ڈاکٹر راجندر پرشاد صدر جمہوریہ ہند اور ڈاکٹر رادھا کرشنن نائب صدر بھی مولانا صاحب کی قیام گاہ پر اظہار تعزیت کے لیے آئے تھے" ص۱۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کو ہندوستان کے قدیم علماء کے کارناموں سے بڑی دلچسپی تھی، علوم اسلامیہ خصوصاً فقہ اصول فقہ اور فتاویٰ کی کتابوں سے تو گویا عشق تھا سال گذشتہ جب نیاز حاصل ہوا تو شہنشاہ عالم گیر کے استاد ملا جیون کی مشہور کتاب نورالانوار شرح منار کا تذکرہ آیا۔ پھر علامہ بہاری کو حیدرآباد کا حاکم عدالت مقرر کیا تھا پھر حیدرآباد سے بدخشاں کو شہزادے معظم کا اتالیق مقرر کر کے بھیجا۔ فتاویٰ عالمگیری اور پھر فتاویٰ تاتارخانیہ کا تفصیلی تذکرہ آیا۔ میں نے کہا: امام اعظم نے جو مجلس وضع قوانین چالیس علماء کی مقرر کی تھی اس کی حیثیت خانگی تھی، فتاویٰ تاتارخانیہ کی حیثیت نیم سرکاری تھی کہ سلطان غیاث الدین تغلق کے وزیر عدالت کی سرپرستی میں یہ کام ہوا، اور فتاویٰ ہندیہ یعنے فتاویٰ عالم گیری کی سرکاری حیثیت سے حکومت کی نگرانی میں تدوین عمل میں آئی اور اس کے بعد عثمانی ترک خلفاء نے قانون مجلہ کی تدوین کی۔ آخر میں، میں نے کہا: ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے والد مرحوم کے کتب خانہ، خانہ خلیل، چار قندیل، آغا پورہ، حیدرآباد میں فتاویٰ تاتارخانیہ کا مکمل سٹ موجود ہے، حضرت مفتی صاحب اس خوشخبری سے اتنے مسرور ہوئے کہ گلے سے لگا لیا۔ آخری ملاقات کے لیے گیا فتاویٰ تاتارخانیہ کی پوری تفصیل سنی اور کہا کہ یہ تفصیل جناب حکیم عبدالحمید صاحب صدر ہمدرد ٹرسٹ دہلی اور مولانا سجّاد صاحب پرنسپل مدرسہ فتح پوری کو ضرور سنانا۔ میں نے کہا کہ آپ سے نیاز حاصل کر کے حسب روایت قدیم محترم حکیم عبدالحمید صاحب سے نیاز حاصل کروں گا۔ میں نے کہا: جناب مفتی صاحب! فتاویٰ تاتارخانیہ کو پبلک میں روشناس کرانے کا سہرا تو ندوۃ المصنفین دہلی کے سر ہے کہ ”ندوۃ المصنفین کی شائع کردہ کتاب ”ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت“ از پروفیسر سید مناظر احسن گیلانی مرحوم میں فتاویٰ تاتارخانیہ کا تفصیلی تذکرہ ہے۔

حضرت مفتی صاحب سے آخری ملاقات

گذشتہ سال، عید الفطر کی تعطیلات میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پی، ایچ۔ ڈی کا زبانی امتحان لینے کے لیے میں علی گڈھ پہونچا۔ علی گڈھ میں ہی اطلاع ملی کہ مفتی عتیق الرحمٰن صاحب علیل سے ہیں۔ مثل سابق علی گڈھ سے دہلی پہونچا۔ فجر کی نماز جامع مسجد دہلی میں ادا کی، خلاف توقع حضرت مفتی صاحب دکھائی نہ دیے، ناشتہ کرکے فوراً ندوۃ المصنفین کے دفتر پہونچا، گھنٹی بجائی۔ کوئی ہو تو جواب دے۔ اتفاق سے ایک طالب علم اُدھر سے گذر رہا تھا ازراہ عنایت پوچھا: آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں ؟ میں نے کہا: حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب سے، تب اس نے کہا: کہ وہ تو عرصہ سے بیمار ہیں چل پھر نہیں سکتے۔ قریب ہی مفتی صاحب کا دولت خانہ ہے، پھر اس نے مفتی صاحب کے دولت کدہ کی نشان دہی کردی، حضرت مفتی صاحب کے دولت کدہ پہونچا، گھنٹی بجائی۔ ایک لڑکا دوڑتا ہوا آیا اور پوچھا: آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں ؟ میں نے کہا: حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لیے حیدرآباد سے آیا ہوں، میرا نام ڈاکٹر محمد یوسف الدین ہے، لڑکے نے کہا: دادا صاحب کو سلام پہونچا دیتا ہوں، آپ ذرا ٹھہریے، مفتی صاحب جواب دیں تو آکر پیام پہونچا دوں گا۔ دو ہی منٹ میں لڑکا دوبارہ آیا اور کہا: مفتی صاحب اندر آنے کے لیے کہتے ہیں۔ میں نے کہا: اندر گوشہ تو نہیں ؟ مسکراتے ہوئے کہا: زنانہ ہٹ گیا ہے۔ مفتی صاحب تو کہتے ہیں کہ وہ ہمارے رشتہ دار کی طرح ہیں۔ میں نے کہا کہ مفتی صاحب کی یہ ذرّہ نوازی اور عنایت ہے۔ پھر لڑکا آگے آگے اور میں پیچھے پیچھے چلا۔ کمرہ تک پہونچا دیا۔ مفتی صاحب مجھے دیکھتے ہی بستر سے اٹھ بیٹھے۔ میں نے سلام کیا اور ہاتھ کو بوسہ دیا، میری بھی خیریت پوچھی اور خوشی کا اظہار کیا: اور پلنگ پر ہی گاؤ تکیے سے ٹیکا لگا کر اطمینان سے بیٹھ گئے۔ آدھا گھنٹہ تک پُرلطف علمی گفتگو رہی۔ فالج کے باوجود دماغ اچھی طرح کام کررہا تھا اور حافظہ بھی بلا کا تھا۔ خود ہی دریافت فرمایا: مولانا سید مناظر احسن گیلانی مرحوم کی یاد میں آپ نے گیلانی اسکول آف پرنٹنگ قائم کیا تھا۔ ایک رنگ والے نے ۵، ہزار

© rasailojaraid.com